Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies solved assignments no 2 Autumn 2025 Code 1907 Islamic Political System

سوال نمبر *1*۔ انسانی مساوات کا اسلامی نقطۂ نظر بیان کریں۔

اسلام نے انسانی مساوات کا ایسا جامع، ہمہ گیر اور آفاقی تصور پیش کیا ہے جو نہ صرف مذہبی تاریخ میں بلکہ پوری انسانی فکری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ اسلام کا تصورِ مساوات کسی مخصوص قوم، نسل، خطے یا زمانے تک محدود نہیں بلکہ یہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان ایک ہی اصل سے پیدا ہوئے ہیں، سب اللہ کے بندے ہیں، اور کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر ذاتی، نسلی، لسانی، رنگ، خاندان یا معاشی بنیاد پر

کوئی برتری حاصل نہیں۔ حقیقی فضیلت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ، نیک اعمال اور اخلاقی کردار ہے۔

انسانی مساوات کی بنیاد: وحدتِ انسانی

اسلام انسانی مساوات کی بنیاد اس عقیدے پر رکھتا ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ"

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ انسانوں کی اصل ایک ہے، لہٰذا فطری طور پر سب برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر پیدائشی برتری حاصل نہیں۔ نسل، رنگ، زبان، علاقہ یا خاندان انسانی فضیلت کی بنیاد نہیں بن سکتے۔

قرآنِ مجید میں انسانی مساوات

اسلامی تصورِ مساوات کا سب سے مضبوط اور واضح بیان قرآن مجید میں ملتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں فرمایا گیا:

"یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاکُمْ"

اس آیت میں انسانوں کی تقسیم کو محض تعارف کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، نہ کہ برتری کا معیار۔ اللہ کے نزدیک عزت اور فضیلت صرف تقویٰ سے وابستہ ہے۔ اس طرح اسلام نے ہر قسم کے نسلی، لسانی اور قبائلی تفاخر کو رد کر دیا۔

خطبۃ حجۃ الوداع اور انسانی مساوات

اسلامی مساوات کا سب سے جامع اور عملی اعلان نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔"

یہ خطبہ انسانی تاریخ میں مساوات کا ایک بے مثال منشور ہے۔ اس اعلان نے رنگ، نسل، زبان اور قومیت کی بنیاد پر قائم تمام مصنوعی امتیازات کو ختم کر دیا۔

اسلام میں قانونی مساوات

اسلامی معاشرت میں قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔ امیر و غریب، حاکم و محکوم، طاقتور و کمزور سب ایک ہی قانون کے تابع ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

یہ فرمان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام میں قانون کا اطلاق بلا امتیاز ہوتا ہے۔ انصاف صرف کمزوروں کے لیے نہیں بلکہ طاقتوروں کے لیے بھی اتنا ہی سخت ہے۔

معاشرتی مساوات کا تصور

اسلام معاشرتی زندگی میں بھی مساوات کو بنیادی اصول قرار دیتا ہے۔ مسجد میں امیر و غریب ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں، ایک ہی امام کی اقتداء کرتے ہیں، اور ایک ہی اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔ لباس، مقام یا حیثیت کی بنیاد پر کسی کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں۔

اسلام نے غلاموں، یتیموں، مسکینوں اور کمزور طبقات کو وہ حقوق دیے جو کسی اور نظام میں نظر نہیں آتے۔ غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کی آزادی کی ترغیب، اور انہیں معاشرے میں برابر کا انسان تسلیم کرنا اسلامی مساوات کا عملی مظہر ہے۔

معاشی مساوات اور عدل

اسلام مکمل معاشی برابری کا قائل نہیں بلکہ **معاشی عدل** کا علمبردار ہے۔ اسلام تسلیم کرتا ہے کہ محنت، صلاحیت اور حالات کے لحاظ سے لوگوں کی آمدنی مختلف ہو سکتی ہے، مگر دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، استحصال اور طبقاتی

ظلم کو سختی سے روکتا ہے۔ زکوٰۃ، صدقات، وراثت کے قوانین اور سود کی ممانعت اسلامی معاشی مساوات کے عملی ذرائع ہیں۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ نہ جائے بلکہ معاشرے کے تمام افراد کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔

اسلام میں مذہبی مساوات

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ بھی انصاف اور مساوات کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے جان و مال، عبادت گاہوں اور مذہبی آزادی کا مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ"

(دین میں کوئی جبر نہیں)

یہ آیت مذہبی آزادی اور مساوات کی واضح دلیل ہے۔ اسلامی تاریخ میں ذمیوں کو وہ حقوق حاصل تھے جو کسی اور نظام میں نہیں ملتے تھے۔

اسلامی تاریخ میں مساوات کی عملی مثالیں

حضرت بلال حبشیؓ، جو ایک سیاہ فام غلام تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد عزت و احترام کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں مؤذنِ رسول کا منصب عطا فرمایا۔ یہ مثال اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ اسلام میں رنگ و نسل کی کوئی اہمیت نہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت صہیب رومیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ مختلف قوموں سے تعلق رکھتے تھے، مگر اسلام نے انہیں ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔

عورت اور مرد کی مساوات

اسلام مرد اور عورت کو انسانی وقار میں برابر قرار دیتا ہے۔ دونوں اللہ کے بندے ہیں، دونوں پر عبادات فرض ہیں، دونوں کو جزا و سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"إِنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ"

اسلام عورت کو معاشرتی، تعلیمی اور معاشی حقوق دیتا ہے، اگرچہ فطری فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے ذمہ داریوں میں توازن قائم کرتا ہے۔

اسلامی مساوات اور جدید دنیا

جدید دنیا میں انسانی حقوق اور مساوات کے دعوے کیے جاتے ہیں، مگر نسلی امتیاز، طبقاتی فرق، معاشی ناہمواری اور طاقت کی بنیاد پر ظلم آج بھی موجود ہے۔ اسلام نے چودہ سو سال پہلے جو اصول دیے، وہ آج بھی انسانیت کے لیے نجات کا راستہ ہیں۔

اسلامی مساوات صرف نعروں تک محدود نہیں بلکہ عملی نظام کے ذریعے نافذ کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ عدل، امن اور باہمی احترام کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

نتیجہ

اسلام کا تصورِ انسانی مساوات مکمل، متوازن اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ تصور انسان کو اس کی اصل حیثیت یاد دلاتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے، نہ کہ کسی دوسرے انسان کا غلام۔ اسلام ہر قسم کے نسلی، لسانی، طبقاتی اور معاشی امتیاز کو رد کرتا ہے اور تقویٰ، اخلاق اور کردار کو واحد معیارِ فضیلت قرار دیتا ہے۔ اگر اسلامی تصورِ مساوات کو حقیقی معنوں میں نافذ کر دیا جائے تو دنیا سے ظلم، استحصال اور نفرت کا خاتمہ ممکن ہے۔

سوال نمبر 2۔ شورائیت کی قرآنی و نبوی تعلیمات بیان کریں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی، اجتماعی، سماجی اور سیاسی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلامی نظامِ حیات میں **شورائیت** کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ شورائیت دراصل اجتماعی معاملات میں باہمی مشورے، رائے کی آزادی، اجتماعی دانش سے فیصلے اور آمریت کے خاتمے کا نام ہے۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ دونوں میں شورائیت کو

ایک بنیادی اسلامی اصول کی حیثیت دی گئی ہے، جو اسلامی معاشرے کو عدل، توازن، اتفاق اور فلاح کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔

شورائیت کا مفہوم

لفظ **شوریٰ** عربی زبان کے لفظ شاور، یشاور سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں:

- باہمی مشورہ کرنا
- رائے طلب کرنا
- اجتماعی معاملات میں دوسروں کی رائے کو اہمیت دینا

اصطلاحاً شورائیت سے مراد یہ ہے کہ **ریاستی، اجتماعی، سیاسی اور معاشرتی امور میں فردِ واحد کی بجائے اہلِ علم، اہلِ رائے اور متعلقہ افراد سے مشورہ کر کے فیصلے کیے جائیں۔**

اسلام میں شورائیت کا مقصد صرف رسمی مشورہ نہیں بلکہ **فیصلہ سازی میں حقیقی شرکت** ہے۔

شورائیت کی قرآنی تعلیمات

قرآنِ مجید نے شورائیت کو ایک مستقل اسلامی اصول کے طور پر پیش کیا ہے۔ متعدد آیات میں اس کی واضح ہدایت ملتی ہے۔

***1.* سورۃ آل عمران میں شورائیت**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"

(اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں)

یہ آیت نبی کریم ﷺ جیسے عظیم اور معصوم رہنما کو مخاطب کر کے نازل ہوئی، جس سے شورائیت کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ اگر رسولِ اکرم ﷺ کو بھی مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تو عام حکمرانوں اور قائدین کے لیے اس کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ:

- اسلام آمریت کی نفی کرتا ہے
- فیصلے اجتماعی دانش سے ہونے چاہئیں
- قیادت کا مطلب مطلق اختیار نہیں بلکہ مشاورت ہے

---

2. سورۃ الشوریٰ میں شورائیت

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ"

(اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں)

یہ آیت شورائیت کو **اہلِ ایمان کی بنیادی پہچان** قرار دیتی ہے۔ نماز، انفاق اور شورائیت کو ایک ہی فہرست میں ذکر کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شورائیت محض سیاسی معاملہ نہیں بلکہ ایک دینی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

---

3. شورائیت اور اجتماعی ذمہ داری

قرآنِ مجید میں بار بار اجتماعی ذمہ داری، عدل، انصاف اور مشاورت پر زور دیا گیا ہے۔ شورائیت دراصل:

- اجتماعی ذمہ داری کا شعور پیدا کرتی ہے
- فردِ واحد کے غلط فیصلوں سے بچاتی ہے
- ظلم اور استبداد کا راستہ روکتی ہے

شورائیت کی نبوی تعلیمات (سنتِ نبوی ﷺ)

نبی کریم ﷺ نے شورائیت کو صرف نظری طور پر نہیں بلکہ **عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا**۔ آپ ﷺ کی پوری سیرت شورائیت کی روشن مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

***1.* غزوۂ بدر میں شورائیت**

غزوۂ بدر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے لشکر کے پڑاؤ کے مقام کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت حباب بن منذرؓ نے اپنی رائے پیش کی کہ مقامِ قیام تبدیل کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فوراً اس رائے کو قبول فرمایا۔

یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ:

- شورائیت میں رتبے کا فرق رکاوٹ نہیں بنتا
- بہتر رائے کو قبول کرنا سنتِ نبوی ﷺ ہے
- قیادت کا حسن مشورہ قبول کرنے میں ہے

---

2. غزوۂ اُحد میں شورائیت

غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی ذاتی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے، مگر اکثریت کی رائے میدان میں نکلنے کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی رائے کے باوجود اکثریتی مشورے کو قبول فرمایا۔

یہ شورائیت کی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ:

- ذاتی رائے پر اجتماعی رائے کو ترجیح دی گئی
- مشورے کے نتائج مشکل ہوں تب بھی شورائیت ترک نہیں کی گئی

---

3. غزوۂ خندق میں شورائیت

حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر خندق کھودنے کی تجویز قبول کی گئی، حالانکہ یہ عربوں کے لیے نیا طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اس مشورے کو قبول کیا بلکہ خود بھی خندق کھودنے میں شریک ہوئے۔

---

4. روزمرہ معاملات میں شورائیت

نبی کریم ﷺ:

- گھریلو معاملات میں ازواجِ مطہراتؓ سے مشورہ فرماتے
- صحابہؓ سے سیاسی، عسکری اور معاشرتی امور پر رائے لیتے
- نوجوانوں اور بزرگوں سب کی رائے کو اہمیت دیتے

یہ سب شورائیت کے عملی مظاہر ہیں۔

خلفائے راشدین اور شورائیت

خلفائے راشدینؓ کے دور میں شورائیت کو ریاستی نظام کی بنیاد بنایا گیا۔

- حضرت ابوبکرؓ اہم فیصلوں میں صحابہؓ سے مشورہ کرتے
- حضرت عمرؓ نے باقاعدہ **مجلسِ شوریٰ** قائم کی
- حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے بھی اجتماعی مشاورت کو ترجیح دی

حضرت عمرؓ کا قول مشہور ہے:

"جس نے مشورہ ترک کیا وہ تباہ ہو گیا۔"

شورائیت کے بنیادی اصول

قرآنی و نبوی تعلیمات کی روشنی میں شورائیت کے چند اہم اصول یہ ہیں:

1. مشورہ اہلِ علم اور اہلِ تقویٰ سے لیا جائے
2. مشورہ صرف رسمی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو

3. اختلافِ رائے کو برداشت کیا جائے

4. اکثریتی رائے کو اہمیت دی جائے

5. فیصلے ذاتی مفاد کی بجائے اجتماعی مفاد پر ہوں

شورائیت اور آمریت کا فرق

اسلامی شورائیت:

- عدل پر مبنی ہے
- مشورے کو عبادت سمجھتی ہے
- حکمران کو جواب دہ بناتی ہے

جبکہ آمریت:

- فردِ واحد کے فیصلوں پر قائم ہوتی ہے
- ظلم اور استبداد کو جنم دیتی ہے
- اجتماعی دانش کو نظر انداز کرتی ہے

اسلام واضح طور پر آمریت کی نفی کرتا ہے۔

شورائیت کی عصری اہمیت

آج کے دور میں جہاں:

- سیاسی بحران
- معاشرتی انتشار
- حکمرانی میں بدعنوانی

جیسے مسائل موجود ہیں، وہاں اسلامی شورائیت ایک مکمل حل پیش کرتی ہے۔

شورائیت:

- جمہوریت سے زیادہ اخلاقی ہے
- صرف ووٹ نہیں بلکہ تقویٰ کو بنیاد بناتی ہے
- عوامی شرکت کے ساتھ اخلاقی حدود قائم رکھتی ہے

نتیجہ

قرآن و سنت کی روشنی میں شورائیت اسلامی نظامِ زندگی کا ایک بنیادی ستون ہے۔ یہ نہ صرف سیاسی بلکہ سماجی، معاشرتی اور خاندانی سطح پر بھی لازم ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی عملی زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ شورائیت اسلام میں محض مشورہ نہیں بلکہ **عدل، مساوات، جواب دہی اور اجتماعی فلاح کا ذریعہ** ہے۔ اگر آج مسلم معاشرے شورائیت کو اس کی اصل روح کے ساتھ اپنائیں تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر 3۔ خلفائے راشدین کے ادوار کی شورائیت بیان کریں۔

اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد جن اصولوں پر قائم ہے، ان میں **شورائیت** کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد خلافتِ راشدہ کا

قیام عمل میں آیا تو خلفائے راشدینؓ نے قرآن و سنت کی روشنی میں شورائیت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے ریاستی نظم و نسق کا عملی اور مؤثر حصہ بنایا۔ خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں شورائیت محض ایک نظری تصور نہیں تھی بلکہ ایک زندہ، متحرک اور عملی نظام کے طور پر نافذ رہی، جس نے اسلامی ریاست کو عدل، استحکام اور عوامی اعتماد عطا کیا۔

خلافتِ راشدہ میں شورائیت کی عمومی حیثیت

خلفائے راشدینؓ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ وہ مطلق العنان حکمران نہیں بلکہ **امت کے نمائندہ اور اللہ کے سامنے جواب دہ** ہیں۔ اسی لیے وہ ہر اہم معاملے میں مشاورت کو لازم سمجھتے تھے۔ شورائیت کا دائرہ صرف سیاسی فیصلوں تک محدود نہ تھا بلکہ:

- انتظامی امور
- مالیاتی فیصلے
- عسکری حکمتِ عملی

- عدالتی مسائل
- عوامی شکایات

سب میں مشورہ کیا جاتا تھا۔ اس مشاورت میں صحابۂ کرامؓ، اہلِ علم، اہلِ تقویٰ اور متعلقہ افراد شریک ہوتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں شورائیت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دورِ خلافت اسلامی شورائیت کی بہترین مثال ہے۔ آپؓ نہایت نرم دل، مشورہ پسند اور جواب دہ حکمران تھے۔

خلافت کا آغاز اور شورائیت

حضرت ابوبکرؓ نے خلافت سنبھالتے ہی اپنے پہلے خطبے میں فرمایا:

"اگر میں درست رہوں تو میرا ساتھ دو، اور اگر میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔"

یہ اعلان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپؓ نے اپنی خلافت کو شورائیت اور احتساب سے مشروط رکھا۔

ارتداد اور جھوٹے مدعیانِ نبوت

جب ارتداد کی تحریکیں اٹھیں اور بعض صحابہؓ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف جنگ پر تحفظات ظاہر کیے تو حضرت ابوبکرؓ نے باقاعدہ مشورہ کیا۔ اگرچہ آپؓ اپنی رائے پر ثابت قدم رہے، لیکن فیصلہ مشاورت کے بعد کیا گیا، نہ کہ ذاتی آمریت سے۔

مالی اور انتظامی امور

بیت المال کے قیام، گورنروں کی تقرری اور فوجی مہمات میں بھی حضرت ابوبکرؓ صحابہؓ سے مسلسل مشورہ کرتے رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں شورائیت

حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت شورائیت کے منظم اور ادارہ جاتی نظام کا شاہکار ہے۔ آپؓ نے شورائیت کو ایک مستقل ادارے کی شکل دی۔

مجلسِ شوریٰ کا قیام

حضرت عمرؓ نے باقاعدہ **مجلسِ شوریٰ** قائم کی جس میں:

- جلیل القدر صحابہؓ
- اہلِ رائے
- اہلِ علم

شریک ہوتے تھے۔ اہم ریاستی فیصلے اسی مجلس کے ذریعے کیے جاتے تھے۔

قانون سازی میں شورائیت

حضرت عمرؓ کسی بھی نئے مسئلے پر فوراً فیصلہ نہیں کرتے تھے بلکہ:

- قرآن و سنت کی روشنی
- صحابہؓ کی آراء
- اجتماعی دانش

کو سامنے رکھتے تھے۔ قحط کے زمانے میں حدِ سرقہ کے نفاذ کو معطل کرنا شورائیت کی ایک روشن مثال ہے۔

عوامی احتساب

حضرت عمرؓ عوامی سطح پر بھی مشورہ اور احتساب کو فروغ دیتے تھے۔ مسجد نبویؐ میں کھلے عام سوالات کی اجازت دینا اور ایک عام عورت کے سامنے اپنی رائے واپس لینا شورائیت کی اعلیٰ مثال ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں شورائیت

حضرت عثمانؓ کا دور اگرچہ فتنوں سے بھرپور تھا، اس کے باوجود آپؓ نے شورائیت کے اصول کو ترک نہیں کیا۔

انتخابِ خلافت اور شورائیت

حضرت عثمانؓ کا انتخاب خود ایک شورائی عمل کے ذریعے ہوا، جو حضرت عمرؓ کی قائم کردہ چھ رکنی کمیٹی نے انجام دیا۔

حکومتی فیصلوں میں مشورہ

حضرت عثمانؓ:

- گورنروں کی تقرری
- مالی معاملات

- قرآنِ مجید کی تدوین

جیسے اہم امور میں صحابہؓ سے مشورہ کرتے رہے۔ قرآنِ مجید کی یکساں قراءت پر امت کا اتفاق شورائیت ہی کا نتیجہ تھا۔

فتنوں کے دور میں شورائیت

فتنوں کے باوجود حضرت عثمانؓ نے طاقت کے استعمال کی بجائے صحابہؓ سے مشورہ، صبر اور حکمت کا راستہ اختیار کیا۔

حضرت علیؓ کے دور میں شورائیت

حضرت علیؓ کا دور سیاسی انتشار اور خانہ جنگی سے عبارت تھا، لیکن اس کے باوجود شورائیت کی روایت برقرار رہی۔

خلافت کی قبولیت

حضرت علیؓ نے خلافت اس وقت قبول کی جب اکثریت نے مشورے سے آپؓ کو اس منصب کے لیے منتخب کیا۔

انتظامی و عدالتی شورائیت

حضرت علیؓ:

- قاضیوں اور گورنروں کی تقرری میں مشورہ کرتے
- فوجی فیصلوں میں اہلِ رائے کو شامل رکھتے
- اختلافِ رائے کو برداشت کرتے

فکری آزادی

حضرت علیؓ کے دور میں اختلاف رکھنے والوں کو اظہارِ رائے کی آزادی دی گئی، جو شورائیت کا ایک اہم جز ہے۔

خلفائے راشدین کی شورائیت کے نمایاں اصول

خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں شورائیت کے چند نمایاں اصول یہ تھے:

1. حکمران خود کو معصوم نہیں سمجھتا تھا
2. اہلِ علم اور اہلِ تقویٰ سے مشورہ لازم تھا
3. عوام کو رائے اور تنقید کا حق حاصل تھا
4. فیصلے اجتماعی مفاد کی بنیاد پر ہوتے تھے

5. طاقت کے بجائے دلیل کو ترجیح دی جاتی تھی

شورائیت اور خلافتِ راشدہ کی کامیابی

خلافتِ راشدہ کی سیاسی، عسکری اور اخلاقی کامیابیوں کی ایک بڑی وجہ شورائیت تھی۔ اس نظام نے:

- آمریت کا راستہ روکا
- عدل کو فروغ دیا
- عوام اور حکمران کے درمیان اعتماد پیدا کیا
- اسلامی ریاست کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں

نتیجہ

خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں شورائیت محض ایک اصول نہیں بلکہ ایک عملی حقیقت تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی سادگی، حضرت عمرؓ کی اداره جاتی مشاورت، حضرت عثمانؓ کی تحمل مزاجی اور حضرت علیؓ کی فکری وسعت سب

شورائیت کے مختلف پہلوؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کا نظام اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ جب حکمرانی قرآن و سنت کی روشنی میں شورائیت پر قائم ہو تو ریاست عدل، استحکام اور اخلاقی عظمت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

سوال نمبر *4*۔ جان و مال اور عزت کے تحفظ کے اسلامی حقوق بیان کریں۔

اسلام ایک ایسا آفاقی اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک ہر مرحلے پر واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی اساس **احترامِ انسانیت، عدل، مساوات اور امن** پر قائم ہے۔ اسلام نے انسان کو جو بنیادی حقوق عطا کیے ہیں، ان میں **جان، مال اور عزت و آبرو کا تحفظ** نہایت بنیادی اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حقوق صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہیں، خواہ وہ کسی بھی مذہب، نسل، قوم یا علاقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ میں ان حقوق کو نہایت وضاحت، تاکید اور سختی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ معاشرہ ظلم، استحصال اور بدامنی سے پاک رہے۔

انسانی جان کے تحفظ کا اسلامی تصور

اسلام میں انسانی جان کو انتہائی مقدس اور محترم قرار دیا گیا ہے۔ کسی انسان کی جان لینا یا اسے ناحق نقصان پہنچانا اسلام میں عظیم ترین جرائم میں شمار ہوتا ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ"

یعنی اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے، مگر حق کے ساتھ۔

یہ آیت اس بات کا واضح اعلان ہے کہ انسانی جان اللہ کی عطا کردہ امانت ہے اور اس پر کسی فرد کو ناجائز تصرف کا حق حاصل نہیں۔ مزید فرمایا گیا:

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا"

اس آیت میں انسانی جان کی حرمت کو پوری انسانیت کے برابر قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام فرد کے قتل کو اجتماعی جرم تصور کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں انسانی جان کی حرمت کو نہایت واضح انداز میں بیان فرمایا:

"تمہاری جانیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔"

اسلامی قانون میں **قصاص اور دیت** کا نظام اسی لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ انسانی جان کا عملی تحفظ ممکن ہو اور کوئی شخص ظلم کرنے کی جرأت نہ کرے۔

مال کے تحفظ کا اسلامی حق

اسلام میں مال کو انسان کی محنت، جدوجہد اور جائز ذرائع سے حاصل ہونے والی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کسی فرد یا ریاست کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کرے۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ"

یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

اسلام نے چوری، ڈاکہ، خیانت، سود، رشوت، ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دہی اور ناجائز منافع خوری کو سختی سے حرام قرار دیا ہے۔ یہ سب اعمال دراصل مال کے تحفظ کے حق کی خلاف ورزی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کسی مسلمان کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر حلال نہیں۔"

اسلامی معاشرت میں مال کے تحفظ کے لیے:

- حدِ سرقہ
- امانت و دیانت کی تاکید
- تجارت میں انصاف
- وراثت کے واضح قوانین

مقرر کیے گئے ہیں تاکہ دولت کا استحصال نہ ہو اور ہر فرد اپنے مال کے بارے میں خود کو محفوظ سمجھے۔

عزت و آبرو کے تحفظ کا اسلامی حق

اسلام نے انسانی عزت و آبرو کو جان اور مال کے برابر بلکہ بعض پہلوؤں میں اس سے بھی زیادہ اہمیت دی ہے۔ کسی انسان کی تذلیل، کردار کشی، توہین یا بہتان تراشی اسلام میں سخت ترین گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔

قرآنِ مجید میں فرمایا گیا:

"وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ"

یعنی ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور برے القاب سے نہ پکارو۔

اسی طرح فرمایا گیا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ... وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا"

یہ آیات غیبت، بہتان، بدگمانی، جاسوسی اور کردار کشی جیسے معاشرتی جرائم کی ممانعت کرتی ہیں، کیونکہ یہ انسانی عزت کو پامال کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ایک مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔"

یہ حدیث اس بات کا جامع اعلان ہے کہ عزت و آبرو کا تحفظ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے۔

خواتین کی عزت و تحفظ

اسلام نے عورت کو وہ مقام اور تحفظ دیا جو کسی اور نظام میں نظر نہیں آتا۔ عورت کی عزت، عصمت اور کردار کی حفاظت کو اسلامی معاشرت کا بنیادی ستون بنایا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں زنا، تہمت اور بدکاری کے خلاف سخت سزائیں مقرر کی گئیں تاکہ خواتین کی عزت محفوظ رہے۔

غیر مسلموں کے جان و مال اور عزت کا تحفظ

اسلامی نظام میں غیر مسلم شہریوں کے جان، مال اور عزت کا بھی مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے کسی ذمی کو تکلیف دی، گویا اس نے مجھے تکلیف دی۔"

یہ حدیث اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی حقوق عالمی اور انسانی ہیں، نہ کہ صرف مذہبی۔

عدالتی نظام اور تحفظِ حقوق

اسلام نے جان، مال اور عزت کے تحفظ کے لیے مضبوط اور منصفانہ عدالتی نظام قائم کیا:

- انصاف میں برابری
- گواہی کے سخت اصول
- سزا و جزا کا واضح نظام

یہ سب اس لیے ہیں تاکہ ظلم کا سدباب ہو اور کمزور محفوظ رہے۔

اسلامی معاشرے میں امن و سکون

اسلامی تعلیمات کے مطابق جب:

- جان محفوظ ہو
- مال محفوظ ہو
- عزت محفوظ ہو

تو معاشرہ امن، اعتماد اور اخوت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان حقوق کی خلاف ورزی کو نہ صرف قانونی جرم بلکہ **اخلاقی اور دینی گناہ** بھی قرار دیتا ہے۔

خلاصہ

اسلام نے جان، مال اور عزت کے تحفظ کو بنیادی انسانی حقوق کی حیثیت دی ہے۔ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات اس بات کا اعلان ہیں کہ کسی انسان کی جان لینا، اس کا مال ناحق کھانا یا اس کی عزت پامال کرنا سخت ترین جرم ہے۔ اسلامی نظامِ حیات کا مقصد ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جہاں ہر فرد خود کو محفوظ، باوقار اور محترم سمجھے، اور یہی اسلامی حقوق کی اصل روح ہے۔

سوال نمبر 5۔ دورِ خلافتِ راشدہ میں بیت المال کا تصور اور اس کا طریقۂ کار بیان کریں۔

اسلامی نظامِ معیشت اور حکمرانی میں **بیت المال** کو مرکزی اور بنیادی ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ بیت المال دراصل اسلامی ریاست کا وہ خزانہ ہے جس میں عوامی آمدنی جمع کی جاتی ہے اور جسے عوامی فلاح، عدلِ اجتماعی اور ریاستی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ دورِ خلافتِ راشدہ میں بیت المال کوئی محض مالیاتی ادارہ نہیں تھا بلکہ ایک **اخلاقی، سماجی اور دینی امانت** سمجھا جاتا تھا۔ خلفائے راشدینؓ نے بیت المال کے تصور اور اس کے طریقۂ کار کو قرآن و سنت کی روشنی میں عملی شکل دے کر ایک مثالی نظام قائم کیا۔

بیت المال کا مفہوم اور اسلامی تصور

لفظ **بیت المال** سے مراد وہ سرکاری خزانہ ہے جس میں اسلامی ریاست کی تمام جائز آمدنیاں جمع ہوتی ہیں اور جہاں سے ریاستی اخراجات ادا کیے جاتے ہیں۔ اسلام میں بیت المال کسی فرد یا حکمران کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ **امت کی**

اجتماعی امانت ہے۔ خلیفہ اور دیگر حکام اس کے صرف نگہبان ہوتے ہیں، مالک نہیں۔

قرآنِ مجید میں مال کو اللہ کی امانت قرار دیا گیا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حکمران رعایا کے مال کا امین ہوتا ہے۔ یہی تصور خلافتِ راشدہ کے بیت المال کی بنیاد بنا۔

بیت المال کے قیام کا پس منظر

نبی کریم ﷺ کے دور میں بیت المال کا تصور موجود تھا، لیکن ریاست کی آمدنی محدود ہونے کی وجہ سے جمع شدہ مال فوراً مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ باقاعدہ اور منظم بیت المال کا قیام حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں عمل میں آیا، جب اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہوا اور آمدنی کے ذرائع میں اضافہ ہوا۔

بیت المال کے ذرائع آمدن

دورِ خلافتِ راشدہ میں بیت المال کی آمدنی مختلف شرعی اور قانونی ذرائع سے حاصل ہوتی تھی، جن میں اہم درج ذیل ہیں:

1. زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلامی معیشت کا بنیادی ستون ہے۔ یہ مسلمانوں کے مال پر فرض کی جاتی تھی اور بیت المال میں جمع ہو کر مستحقین پر خرچ کی جاتی تھی، جیسا کہ قرآن نے آٹھ مصارف بیان کیے ہیں۔

2. خراج

زرعی زمینوں پر عائد ٹیکس کو خراج کہا جاتا تھا۔ فتح شدہ علاقوں کی زمینوں سے حاصل ہونے والا خراج بیت المال کا اہم ذریعہ تھا۔

3. جزیہ

غیر مسلم شہریوں سے ریاستی تحفظ اور سہولیات کے بدلے جزیہ وصول کیا جاتا تھا، جو بیت المال میں جمع ہوتا تھا۔

4. عشر

تجارتی سامان اور زرعی پیداوار پر عشر وصول کیا جاتا تھا، جو بیت المال میں شامل ہوتا تھا۔

5. مالِ غنیمت اور فَے

جنگی فتوحات سے حاصل ہونے والا مال، جس کا ایک حصہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا اور باقی مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

بیت المال کے مصارف

بیت المال کا استعمال نہایت احتیاط، دیانت اور عدل کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ اس کے اہم مصارف درج ذیل تھے:

- فقراء، مساکین، یتامیٰ اور بیواؤں کی کفالت
- سرکاری ملازمین، قاضیوں اور فوجیوں کی تنخواہیں
- تعلیم، دعوت اور دینی خدمات
- عوامی فلاحی منصوبے
- مہمانوں اور مسافروں کی مدد

- ہنگامی حالات جیسے قحط اور آفات میں امداد

بیت المال کا انتظامی طریقۂ کار

دورِ خلافتِ راشدہ میں بیت المال کا نظام نہایت سادہ مگر مؤثر تھا:

1. **دیانت اور احتساب**

خلفائے راشدینؓ بیت المال کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے۔ حضرت عمرؓ چراغ کی مثال مشہور ہے، جہاں آپؓ سرکاری اور ذاتی امور کے لیے الگ چراغ استعمال کرتے تھے۔

2. **مساوات اور عدل**

بیت المال سے عطیات دیتے وقت ذاتی تعلق، قبیلہ یا حیثیت کو مدنظر نہیں رکھا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ کے دور میں تمام شہریوں کو برابر وظائف دیے جاتے تھے۔

3. **فوری تقسیم**

بیت المال میں مال جمع کرنے کی بجائے جلد از جلد مستحقین تک پہنچایا جاتا تھا تاکہ دولت کا ارتکاز نہ ہو۔

4. شفافیت

عوام کو بیت المال کے معاملات سے آگاہ رکھا جاتا تھا۔ خلیفہ خود جواب دہ ہوتا تھا اور عوامی سوالات کا سامنا کرتا تھا۔

خلفائے راشدین کے ادوار میں بیت المال

حضرت ابوبکرؓ کا دور

حضرت ابوبکرؓ بیت المال سے انتہائی سادہ طرزِ زندگی اختیار کرتے تھے۔ آپؓ نے اپنی تنخواہ بھی نہایت کم رکھی اور وفات کے وقت بیت المال کو اپنی ذاتی اشیاء واپس کر دیں۔

حضرت عمرؓ کا دور

حضرت عمرؓ نے بیت المال کو منظم ادارہ بنایا۔ دیوان کا نظام، وظائف کا تعین اور حساب کتاب کا طریقہ متعارف کروایا۔

حضرت عثمانؓ کا دور

حضرت عثمانؓ نے بیت المال کو وسیع ریاستی ضروریات کے مطابق استعمال کیا، مگر خود ذاتی طور پر سادہ زندگی اختیار کی۔

حضرت علیؓ کا دور

حضرت علیؓ نے بیت المال میں مساوات کو بنیادی اصول بنایا اور کسی قسم کی طبقاتی تفریق کو برداشت نہیں کیا۔

بیت المال اور سماجی انصاف

بیت المال کا اصل مقصد سماجی انصاف کا قیام تھا۔ اس نظام کے ذریعے:

- غربت کم کی گئی
- دولت کی غیر منصفانہ تقسیم روکی گئی
- ریاست اور عوام کے درمیان اعتماد پیدا ہوا

خلاصہ

دورِ خلافتِ راشدہ میں بیت المال اسلامی ریاست کا ایک مثالی ادارہ تھا جو دیانت، شفافیت اور عدل پر قائم تھا۔ یہ خزانہ کسی حکمران کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ پوری امت کی امانت تھا۔ خلفائے راشدینؓ نے بیت المال کے ذریعے ایسا معاشی نظام قائم کیا جس نے فلاح، مساوات اور سماجی انصاف کو عملی شکل دی۔ یہی وجہ ہے کہ خلافتِ راشدہ کا بیت المال آج بھی اسلامی معیشت کے لیے ایک روشن نمونہ سمجھا جاتا ہے۔